مولانا محمد فضل عظیم حقانی

آہ! میرے محبوب ومحبّ ساتھی حافظ محمد ابراہیم فانیؒ

انسان کا دنیا میں مختلف زمینی حقائق سے واسطہ پڑتا ہے اور اُسے تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ بعض حقائق ایسی ہوتی ہیں جو روزمرہ کے مشاہدات میں ہو کر ان سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ان حقائق میں سے ایک حقیقت موت کی بھی ہے ؎

میں آنکھیں بند کرتا ہوں کہ یہ منظر نہ دیکھ آؤں
وہ منظر آنکھ میں کُھب کر کہ خود کو خود دِکھاتا ہے

لیکن بعض ایسے بھی ہیں کہ اپنی ذات کے اعتبار سے کئی سارے کمالات وصِفات کے حامل ہوتے ہیں، جن کا وجود ''رحمت'' اور عدم ''زحمت'' اور عظیم نقصان کا باعث ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایسے باکمال وبامراد افراد کی موت اور وفات کو عالَم کی موت گردانا ہے۔ارشاد گرامی ہے: ''مَوتُ العالِمِ مَوتُ العالَم''

انہیں باکمال وباخِصال افراد میں سے ایک میرا محبوب ومحبّ ساتھی مولانا حافظ محمد ابراہیم فانیؒ تھے ؎

26 فروری 2014ء کو بدھ کی رات برخودارم محمد برہان نعمانی (شریک دورۂ حدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) نے پشاور ہسپتال سے فون کیا کہ میں محترم فانی صاحب کے ساتھ ہوں، اور ڈاکٹروں کے مطابق ان کی زندگی ختم ہے۔اگر تم ملاقات کے لئے آسکتے ہو تو کہ زندگی میں ملاقات ہو سکے۔اس سے کچھ قبل مَن بندہ فضل عظیم عیادت کے لئے حاضر بھی ہوا تھا، اور پھر قریب ایام میں فون پر بھی پوچھ کر بات ہوئی تھی۔اس موقع پر میں خود بھی ایک ہفتہ سے سخت صاحبِ فراش تھا لیکن اس پیغام کے ساتھ تمام رات سخت ڈراؤنی خوابیں دیکھتا، اور خطرے کا اِلارم محسوس کرتا رہا کہ صبح کو درس کے دوران ہی خبر آئی کہ فانی صاحب بہ قضائے الٰہی وفات پاگئے۔ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا الیہ راجعون O اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَـہٗ مَااَعْطٰے وَ کُلُّ شیءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمّٰی''میری آنکھوں کے سامنے اس شعر کا مصداق گھوم گیا کہ ؎

آسمان بیفتد وکوھسار بجنبد   آنگہ کہ کسے نعِيِ تو آرد وبگوید

کانوں کو یقین نہیں آیا تو ایک ساتھی نے موبائل میں مائک/ ہینڈ فری لگا کر میرے کانوں میں رکھا اور آخر مکرر، سہ کرر سننے سے چونک اٹھا کہ ؎

دل میں غم کے جو ہنگامے اور شور شرابے برپا ہوئے، وہ فانی صاحبؒ کے اس شعر کے مصداق تھے ؎

آهونه مے د زړهٔ سوے لمبے را پارَوی
فریاد مے د بلبلو ترانے را پارَوی
نور نشة دے گوگل که مے طاقت یاره د غم
هر غم دِ دَ دردونو سلسلے را پارَوی

سوچا کہ یہ غم اکیلے برداشت کرنا مشکل ہے۔ چلو! یار کا آخری حق بھی ہے کہ اُس کے جنازہ کو پہنچ جاؤں۔ ایک شعر ہے ؎

عزرائله ! روح مے واخله خو د سترگو نظر نه
کیدے شی پس د مرگه مِ آشنا دیدن له راشی

اور جنازے میں میرے جیسے غمزدہ بہت ہونگے، تو غم کو شریک کریں گے ؎

رفیقوں! ساتھیوں! آؤ سناؤ قصّۂ غم سب
کہاں رخصت کیا فانی کو ؟ وہ روٹھے ہوتے تھے کب؟
وہ کونسا شکوہ گلہ تھا کہ وہ راضی نہ ہوتے تھے؟
چھپا کے چہرہ یاروں سے، ہوئے رخصت وہ بَستہ لَب
کیا وہ محمّود زکی کی نہ سنتا تھا کوئی منّت
نہ وہ عرفانؔ و برھانؔ کی کوئی فریاد سنتے اب
یہ حقّانیہ اُس کی مادرِ علمی بھی ہے تو کیوں؟
خفا ہوکر گیا اُس سے ہمیشہ کیلئے یارب
کرے گا مجھ سے کوئی بات یا ہوگا خفا مجھ سے؟
ہوں میں فضلؔ عظیم حیران کیا آفت پڑی بے ڈھب

بہرحال! میں بیماری ہی میں فوراً مولانا فضل ربانی صاحب کے ساتھ روانہ ہوا۔

میری طبیعت راستے میں بہت بگڑ گئی، لیکن میں نہ جان سے خبر نہ جہاں سے خبر، نہ خوردونوش سے واقف اور نہ آرام وہوش سے واقف، بس ایک ہائے زور میں تھا کہ ہم زروبئ کو جنازے کے لئے پہنچ جائے، اور فانی

صاحبؒ کا آخری دیدار ایک جھلک دیکھے، کیونکہ ہم دیر سے پہنچیں گے تو ضرور دیر سے پہنچیں گے۔

چنانچہ بہ مشکل ہم تقریباً تین بجے جنازگاہ کو پہنچ کر ایک لحظہ کے لئے فانی کا چہرۂ انور دیکھا لیکن اس بات پر دل بہت بھر آیا کہ یار نے دیکھتے ہی مجھ کو نوکِ زبان اور سادہ صوابی لہجہ میں حسبِ روایت آج یوں نہیں کہا کہ ''فضل عظیم! لہ خیر راغلے'' آج وہ بالکل خاموش تھا۔ اس خاموشی میں بہت اسرار پوشیدہ ہوتے، اور بہت سے ارمان اُن کے دل پر بار ہوتے، لیکن کسی کو کیا پتہ؟

میں چارپائی سے ذرا ہٹ گیا تو حضرت العلامہ مولانا فضل علی حقانی صاحب نے حکم دیا کہ آؤ! مائک پر چند باتیں کرو! اور خود میرے نام کا اعلان فرمایا کہ یہ دیر سے آپہنچا اور فانی صاحب کا خاص ساتھی ہے، یہ چند باتیں کریں گے، پھر جنازہ تیار ہے۔ میرے لئے یہ اگر ایک طرف صد افتخار تھا تو دوسری طرف سخت امتحان تھا کہ سانس ڈوب ڈوب کر تھکا ماندہ پہنچا تھا، اور غم بھی عجیب شے ہے کہ فانی کی یادوں سے میرے دل میں ایک آتش فشاں پھٹتا، دل اُبھر آتا اور آنکھیں پرنم ہوجاتیں۔ بس تعمیلِ حکم میں چند باتیں عرض کیں۔

میں نے کہا'' مجھے اللہ تعالیٰ نے صدر باباؒ کی برکت اور اساتذہ کی دعاؤں سے دیر کے کوہساروں سے اس جنازے کیلئے آپہنچایا۔ فانی صاحبؒ تو اول سے آخر تک ساتھی تھا، لیکن اُن کے اوصاف اتنے ہیں کہ اس مختصر وقت میں بیان کرنا مشکل ہے، وہ ایک نابغۂ روزگار شاعر، ایک خوب مصنف، بہترین صحافی اور دارالعلوم میں اپنے والد ماجد صدر باباؒ کے صحیح جانشین تھے۔ اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کو آباد رکھ کر ترقی دیدے کہ انہوں نے فانی صاحبؒ کو اپنے والد ماجد کی جگہ مدرس رکھ کر فانی صاحب نے بھی اپنے والد کی صحیح جانشینی کا ثبوت دیا۔ ایسے بیٹے بہت کم ملتے ہیں جو بڑے باپ کے صحیح جانشین ثابت ہوں۔ فانی صاحب نے جانشینی کا حق اداء کیا۔ اللہ مرحوم کے درجات کو بلند فرماویں! آمین۔''

ان باتوں کے کچھ بعد فانی صاحب کے برخوردار محمود زکی کو بزرگوں نے فانی صاحبؒ کی جانشینی کی دستار بندی کی، من بندہ بھی شریک رہا۔ پھر صاحبزادہ زکی نے نمدید اور گریہ گرفتہ حالت میں جنازہ میں شریک حضرات کا شکریہ اداء کیا۔ الفاظ کے تول اور انداز کی سنجیدگی پر حاضرین نے صاحبزادے پر آفرین کہا۔

فانی صاحب کی وصیت کے مطابق جنازہ مولانا فضل علی حقانی (امیر جے یو آئی ضلع صوابی، سابق وزیر تعلیم صوبہ خیبر پختونخواہ) نے پڑھایا۔ اس سے قبل فانی صاحب کی رحلت کے غم کو مختصر مگر پرمغز اور مؤثر انداز والفاظ میں بیان فرمایا۔ جنازے کے ہجوم سے ظاہر ہوتا تھا کہ اہالیانِ زوبی پر حضرت مفتی اعظم محمد فرید صاحب رحمہ اللہ کے سانحہ ارتحال کے بعد یہ دوسری آسمانی بجلی گری ہے۔ زروبی کا سارا گاؤں چیخ وپکار میں ڈوبا تھا۔ چشم ہائے تر کے درمیان کچھ اور لوگ بھی نظر آرہے تھے، جو سراپا تعجب تھے اور حیران وششدر ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ حیرت

کے مارے اُن کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔شاید یہ بھی زروبی شریف(أقامها الله وأدمها بخيرٍو امنٍ الى يوم القيامة) کے لوگ تھے جو کہتے جارہے تھے کہ ''سبحان اللہ''ہمیں کیا پتہ تھا کہ فانی فنا میں باقی ہے۔ہمیں تو فانی کی قیمت معلوم نہ تھی۔ہم تو اسے اپنی ہی طرح کا ایک عام آدمی سمجھ رہے تھے۔ بالکل ہماری طرح کا ایک شخص۔ ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ فانی،فانی نہیں، بلکہ یہ ایک زندۂ جاوید ہستی ہے۔ہم کبھی بھی یہ نہ سمجھتے تھے کہ اس شخص کی موت کا یہ عالم ہوگا کہ جنازہ پر آنے والوں کا بحرِ بے کراں، زروبی کے وسیع قبرستان میں (اس کے والد ماجد کے جنازہ کی طرح یا کچھ قریب) نہ سموسکے گا، اور کھیتوں میں جنازہ کرنا پڑے گا۔آہ! ہم نے بر وقت اس ہیرے کو پہچانا ہوتا،تو اچھا ہوتا۔

جنازے کے بعد بہت سارے ساتھی مجھ سے گلے ملے اور میری شرکت پر خوش بھی تھے اور سخت متعجب بھی۔

میں مرکزِ علم وعرفاں دارالعلوم صدیقیہ کو آکر نمازِ ظہر اداء کرنے کے بعد حضرت مفتی اعظم صاحبؒ کے مزارِ پُرانوار پر حاضری دی۔پھر خواجہ حسین احمد صاحب نے گاڑی میں لے جاکر فانی صاحبؒ کی آخری آرامگاہ اور جائے دفن کو آپہنچایا۔حضرت خواجہ حافظ حسین احمد صاحب اور حضرت مولانا فضل علی حقانی صاحب تا آخر مہمانوں سے ملنے، خیریت دریافت کرنے،ضیافت کرنے اور رخصت کرنے کیلئے ایسے کمربستہ کھڑے تھے، جیسے یہ اُن کے گھر کا غم ہے۔

میں نے حضرت قبلہ صدر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دے کر دعا کی،اور دل میں کہا، کہ اب عظیم بیٹے کی اپنے عظیم الشان باپ سے ملاقات ہوجائے گی۔ ؎ ''هم داسے خُوی دَ داسے غونډے پلارمزه کوی''

پھر میں فانی صاحب کو آخری الوداع کہنے بیٹھ گیا۔بہت سارے علماء،طلباء اور عوام بھی متحیر بیٹھے تھے۔علماء کرام باری باری اُٹھ کر فانی صاحبؒ کے فضائل اور اسکی رحلت سے پیدا شدہ خلا پر بحث فرماتے تھے اور دعائیں کرتے تھے۔فانی صاحب کے متعلقین،تلامذہ،علماء اور طلباء تھے کہ قبرستان سے واپسی کا نام نہیں لیتے تھے۔ہر ایک فکر کے جھولے پر جھولتا اور حیران وپریشان اور خطا اوسان،جسد بے جان بیٹھا تھا کہ یا اللہ ''جل وعلےٰ'' یہ کیا ہوا؟

اللہ تعالیٰ بھلا کرے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ''نوراللہ تُربَتَہٗ '' کے خاندان، پسرانِ گرامی،اوران کے پوتوں کا کہ ہسپتال میں امتیازی،ترجیحی،شاندار خدمت، دارالعلوم کے اندر والہانہ انداز میں اور اشکبار وغمناک منظر میں اپنے فرزند ارجمند کی طرح جنازہ، باعزت رخصتی اور الوداعی جلوس میں کوئی کسر نہیں چھوڑا۔خصوصاً حامدالحق، راشدالحق اورعرفان الحق صاحبان تو آخری وقت تک قبر کے پاس سے ٹلنے کا نام نہیں لیتے تھے۔آخری گل افشانی کے بعد بھی متاسّفانہ اور گریان وپریشان بہ صورتِ مراقبہ قبر کے پاس تشریف فرماتے۔تلامذہ میں برہان نعمانی بھی غم میں کسی سے کم نہیں تھا۔تسنیم قبر اور گل افشانی کے کچھ بعد آخر واپس ہوئے ؎

گنجینۂ زر کی جگہ عالم دفن کیا   یاں کوہِ علم وفن کو جو سالم دفن کیا

دیگر یہ ''داغہائے فراق''، ''نالۂ زار'' کا — ہم صاحبِ مَرَاثی وہ راقم دفن کیا
کیا پھر کبھی بولے گا؟ وہ طوطائے سُخن ور — ہم نے یہ کیا کیا؟ اسے دائم دفن کیا
اے قبر خدا جانے تیرا پیٹ بھی کیا ہے؟ — جو کتنے گنجہائے غنائم دفن کیا
اے فضلِ عظیم اسعدؔ! رونا ہے اب فضول — خود تم نے جو علوم کا خادمِ دفن کیا

میں نے راشد الحق صاحب، اور برہان نعمانی کو قبرِ یار کے پاس مراقب اور سرنگوں چھوڑ کر خواجہ حافظ حسین احمد (جو میرے انتظار میں کھڑے تھے) کے ساتھ روانہ ہوا۔ انہوں نے مجھے اپنے دربار، خانقاہِ عالیہ، حجرۂ مبارکہ کو پہنچایا۔ نمازِ عصر کے بعد اجتماعی مراقبہ کیا، اور پھر میں نے رات اُسی حجرہ میں حضرت مفتی اعظم صاحبؒ کی یادوں کے ساتھ گزاری۔

صبح کو نماز، مراقبہ اور ناشتہ کے بعد کتابیں ساتھ لے کر گھر کو واپسی کا ارادہ کیا۔ برھان نعمانی کو فانؔی صاحب کے بھائیوں اور برخورداروں کے ساتھ خدمت کے لئے چھوڑ کر خود روانہ ہوا، اور رات کو گھر آپہنچا۔

محمد ابراہیم فانی صاحب کے ساتھ میرا تعارف دارالعلوم حقانیہ میں اس وقت ہوا، جب میں نے 1974ء میں مولانا عبدالغنی صاحبؒ (دیربابا) کی معرفت سے دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا اور صدر المدرسین بابا کے درس توضیح تلویح میں شریک ہوا۔ ایک مشہور ساتھی کے ساتھ ایک ہفتہ تک قراءت پر سرد جنگ کے بعد جب مجھے بھی عبارت پڑھنے کی باری ملی، تو حضرت صدر صاحبؒ نے رفتہ رفتہ توجہ شروع فرمائی۔ حضرت کی توجہ کے ساتھ ابراہیم فانی نے بھی مل ملاپ شروع کیا، اور یہ مل ملاپ حضرت کی مزید توجہ اور محبت کی وجہ سے دوستی پر مترقی ہوکر ''انجمن تہذیب البیان'' کے مشوروں اور اجلاسوں نے یہ تعلق بہت مضبوط کیا۔ فانی صاحب کو تقریر و تحریر دونوں میں روزِ اول سے اللہ تعالیٰ نے ایک ملکہ دیا تھا' جس کی وجہ سے وہ انجمنوں، اجلاسوں اور مجالس ومحافل کے روحِ رواں رہتے تھے۔

جب طلباء میں شمالی اور جنوبی اضلاع کی سیاست شروع ہوئی تو فانی صاحب ہمارے ساتھ بہت ہی گل مل رہے۔ فانی صاحب ذاتی بصیرت، وفاداری اور صدر باباؒ کی وجہ سے دارالعلوم کے بارے میں بہت محتاط رہتے تھے۔ تاہم! طلباء کی ضروریات کے لئے بات میں عام طلباء کے پیچھے نہ رہ جاتے۔ انجمن تہذہب البیان کی جھلکیاں بھی فانی صاحب ہی لکھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی موضوعات بھی وہ خود حوالہ فرماتے۔ ایک دفعہ مجھے چار زبانوں میں یعنی عربی، فارسی، اردو، پشتو میں تقریر حوالہ کیا۔ میں نے اُسے کہا کہ یار! یہ بتاؤ! کہ انجمن کا وقت سب میرا ہوگا؟ کیونکہ اگر آدھ گھنٹہ تقریر بھی ہو تو چار زبانوں کے لئے کم از کم دو گھنٹہ وقت درکار ہے۔ فانی صاحب نے فرمایا یار! یہ تو ٹھیک کہا، اور پھر مجھے صرف عربی میں تقریر کرنے کو فرمایا، چنانچہ میں نے عربی میں تقریر کی، اور جب میں نے یہ الفاظ کہے ''ولما هاجتِ الفتنةُ المودوديةُ'' الخ تو طلباء نے بہت زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگائے اور صبح کو طلباء فانؔی صاحب کی جھلکیاں دیکھنے کیلئے بیتاب اعلان گاہ کی طرف دوڑنے لگے۔ چنانچہ دیکھا گیا کہ برادرم فانی

صاحب نے تمام جھلکیاں میری ہی تقریر پر لکھ کر یہ فقرہ بھی بہت اجاگر کیا تھا کہ "ولما ھاجت..... الخ"

فانی صاحب کو شعر وشاعری سے لگاؤ اور محبت اتنی تھی کہ ایک دفعہ میں نے طلباء کے حق میں کچھ اشعار لکھ دیئے تو فانی صاحب نے فرمایا کہ یہ مجھے دیدو! میں اس کو اپنے خط پر جلی الفاظ میں لکھتا ہوں۔میں نے کہا ''ٹھیک ہے'' چنانچہ انہوں نے خوش خط لکھ کر مولانا عزیز الدین ھریانہ بالا پشاور (اُس وقت طالب علم) کو دیا۔اس نے نوٹس بورڈ پر چسپاں کر کے سب طلباء نے اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

فانی صاحبؒ خوب ذہین تھے، اور عام صاحبزادوں کی طرح سبق سے بے پروانہیں تھے، اگرچہ صاحبزادگی کا کچھ اثر اُن پر ضرور تھا۔

ایک دفعہ ''شرح عقائد'' کے سبق میں غیر حاضر تھے۔طلباء نے اس دن کے سبق کی اہمیت اُنہیں بیان کی تو وہ بہت پریشان ہوکر کہنے لگے کہ مجھے تکرار کون کرائے گا؟ جب میں نے اُن کیساتھ تکرار کی تو انہوں نے طلباء کی طرف دیکھا، طلباء نے اُنہیں کہا کہ استاد سے بھی بہتر تمہارے ساتھ دہرایا، پھر کیوں پریشان ہوتے ہو؟ تب وہ خوش ہوگئے۔

فانی صاحب میں کسرِ نفسی بھی زیادہ تھی، تب تو اپنے کو فانی کہتے تھے۔چنانچہ ایک دفعہ فون پر مجھے اس واقعہ کا ذکر فرمایا کہ کیا تمہیں یاد ہے؟ جب تم نے مجھے شرح عقائد کا تکرار کرایا تھا۔

ہم چونکہ زیادہ تر سبق میں مسابقت کرتے تھے، اس لئے فانی صاحب کے ساتھ شعری محافل میں شرکت سے معذور رہتے تھے۔ پھر بھی صدر صاحبؒ کے حجرے میں جاکر فانی صاحب موقع پانے پر ہمیں محظوظ فرماتے تھے۔ بلا کا حافظہ تھا، بات بات پر اگر اپنا نہیں تو دوسرے شعراء کے اشعار سناتے تھے، جس کی وجہ سے ہم فانی صاحب پر بڑا رشک کرتے تھے۔ہم سنتے کہ وہ دارالعلوم حقانیہ کے سکول میں داخل ہوکر اس وقت سے یعنی بچپن ہی سے باذوق اور سلیم الطبع، نرم نرم گفتگو اور گرم گرم جستجو والے تھے۔

دورۂ حدیث کے سال مجھے کہتے تھے کہ دارالعلوم کی آنکھیں تم پر مرکوز ہیں۔کوشش کیجئے کہ وفاق کے امتحان میں فرسٹ آجاؤ۔ میں نے کہا ''بھائی! یہ عَقَبہ سر کرنا مجھ جیسے نالائقوں کا کام نہیں ہے''۔نتیجہ کے بعد فانی صاحبؒ کی طرف سے مبارکباد کا خط مجھے ملا۔اس سے قبل عنایت اللہ مرحوم ہری چند کا خط سب سے پہلے ملا تھا، اور پھر خطوط کا سلسلہ جاری ہوا۔جب وفاق کے ناظم اعلیٰ مفتی انور شاہ صاحب کا خط ملا اور میں دارالعلوم حقانیہ (لازالت شمسوس ارتقائھا بازغۃً) کو آیا تو ساتھیوں نے بتایا کہ آپ کے لئے سب مبارک بادیاں فانی ہی وصول کرتے تھے، کیونکہ انہوں نے طلباء کے ساتھ شرط رکھی تھی۔اور پھر تمہارے ملک بھر میں پوزیشن پر فانی اتنے خوش تھے کہ ساتھیوں کیلئے پروگرام کرتے رہے اور اُن کے ساتھ خوش طبعی کر کے شرط جیتنے پر اُن سے پروگرام بھی کھاتے تھے۔ میرے دارالعلوم میں آنے پر بھائی کی طرح میرا زبردست استقبال کیا اور ایسا لگتا تھا جیسا کہ یہ پوزیشن فانی ہی نے

جیتی ہے۔خصوصاً جس دن ایک پروقار تقریب میں مولانا عبدالحق رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ نے مجھ کو اور رفیق محترم مفتی غلام الرحمٰن کو بدست خود انعامات عطا فرمائے ،تو اُس دن فانی صاحب خوشی کے مارے آپے سے باہر کپڑوں میں نہیں سماسکتے ۔''فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء،آمین'' ۔

فانیؔ صاحب چونکہ جید ، باذوق شاعر اور بہترین مصنف تھے اور بندے کے ساتھ دلی لگاؤ تھا ، اس لئے تصنیف لکھنے اور نام رکھنے میں بھی مجھ سے مشورہ فرماتے تھے۔ضروری بات کے لئے پہلے دور میں خط تحریر کر کے بھیجتے اور فون کی سہولت کے بعد فون کرتے تھے۔

حیات صدرالمدرسین کے لئے بھی دوبار خط بھیجا تھا۔افادات حلیم کی طباعتِ ثانیہ کے لئے مقالہ کا مطالبہ بھی فرمایا تھا۔ میں نے اردو اور عربی مقالات لکھ کر بھیجے ،تو انہوں نے شاملِ اشاعت کئے ۔ پھر دومرتبہ حضرت کے اجازت نامے کا نقل بھی مانگا ، جس کو میں نے اُنہیں اطراف کی گل کاری کے ساتھ روانہ کیا۔ "بیا دردونہ پہ خندادی" کتاب کے نام پر ہم دونوں کے درمیان بہت لے دے ہوا۔اس پر تقریظ لکھنے کا بھی حکم دیا،تو میں نے کافی بسط وتفصیل سے تقریظ لکھی،جس کو بھائی صاحب فانی نے محترم مولانا فضل علی حقانی صاحب کی مدلّل تقریظ کے بعد مِن وعَن شائع کی جوان کی محبت کی دلیل تھی۔

میری ایک کتاب ''تشریحات غائرہ اردو شرح محیط الدائرۃ'' چھپ کر فانی صاحب نے ایک مرتبہ فون پر تہہ دل سے مبارک باد دی،اور پھر شکوہ کیا کہ ساتھیوں میں میرا نام کیوں شامل نہیں کیا ہے؟

پھر ماہنامہ الحق میں اس پر اتنا خوب تبصرہ لکھا کہ خود مجھے بھی میری کتاب کی اہمیت کا احساس دلایا۔ مبارکبادی پیغام میں یہ بھی فرمایا کہ یہ کتاب ہمارے لئے متن الکافی میں بھی مدد دے گی ۔ میں نے اس اشارے کو حکم سمجھ کر متن الکافی پر بھی تقریباً چھ سو صفحات کی کافی طویل اردو شرح لکھی،اور ساتھیوں میں سرفہرست فانی صاحب کا نامِ نامی اسم گرامی شامل کیا،لیکن اے کاش! کہ مالی مشکلات کی وجہ سے ان کی زندگی میں وہ شائع نہ ہوسکی،ورنہ اُن کی شکایت دور ہوجاتی۔ ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ایک مرتبہ خط بھیجا کہ ''شاہین دتخیل'' پیش خدمت ارسال کررہا ہوں،اسے قبول فرماویں،اور صدر صاحبؒ کے ملفوظات اور کوئی درس بھی مرتب فرماویں، میں اسے مستقل شائع کرنا چاہتا ہوں ۔ میں نے اس وقت حکم کی تعمیل کی،لیکن شاید بیماریوں نے فانی صاحب کو اس کا موقع نہیں دیا ۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھائیوں ''محمد اسماعیل ،عبدالحفیظ وغیرہ ا'' ور برخورداران ''محمود زکی،اسد زکی'' اور دیگر متعلقین کو توفیق دے کہ فانی صاحب کے تمام تشنہ تکمیل منصوبے مکمل کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ محمد ابراہیم فانی کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔صدر بابا رحمہ اللہ کے ساتھ جنت کے اعلیٰ درجات میں پہنچائے ۔ سوگوار خاندان ، اور سوگوار دارالعلوم حقانیہ ، اس کے بانیانِ عظام ، اساتذۂ کرام اور فانی صاحبؒ کے تمام تلامذہ اور متعلقین کو صبر جمیل اور اس غم کے عوض اجر جزیل عطا فرمائے۔